قرآن اور نہج البلاغہ کی روشنی میں "جہالت" کا معنی اور مصادیق

The Meaning and Examples of Ignorance in the Qur'an and Nahjubalagah

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Azra Mohsen
Ph.D. Research Scholar, Quran & Hadith Studies, College of Asul-e Din; Tehran.
E-mail:azramohsin67@gmail.com

Abstract:

The word "ignorance" in the Qur'an and Hadith refers to a specific culture. A relentless war has been waged against ignorance by the Holy Qur'an and in the hadiths of the religious leaders following the Qur'an. In the present paper there is a detailed discussion on "Ignorance" in three parts. The first part, in fact, describes the definition of "ignorance" and its examples in the light of some historical contexts, as well as the Qur'an and *Sunnah.*

In the second part, the teachings of the Holy Quran against ignorance are reviewed and in the third part, the lesson of fighting against ignorance is repeated in the light of the words of *Ameerul Momineen Hazrat Ali* (peace be upon him). At the end of the paper, while describing the nuclear similarities and similarities between ancient and modern ignorance, a reminder has been given to avoid getting trapped in the vortex of modern ignorance.

The important point highlighted in the first part of this paper is that ignorance in the term of Qur'an and *Sunnah* is not a word nor is it an individual characteristic, rather it is the name of a social civilization. In this section, the beliefs, ideas and customs of ignorance have been examined in detail from

the perspective of the Qur'an and Hadith, and some excellent examples and examples of ignorance have been described. In the second part of the paper, detailed light has been given on the teachings of the Holy Quran against the manifestations of ignorance, and in the last part of the paper, light has been given on the teachings dealing with ignorance in the light of the enlightened sayings of Hazrat Ali (peace be upon him) quoted in *Nahj ul-Balagha*.

Key words: Qur'an, *Sunnah*, Ignorance, *Al-Jahiliyyat ul-Auola*, *Al-Jahiliyyat ul-Thania*, Beliefs, Ethics, *Tauheed*, *Ma'ad.*

خلاصہ

قرآن و حدیث میں "جہالت" کا کلمہ، ایک مخصوص تہذیب و ثقافت کی ترجمانی کرتا ہے۔ قرآن کریم نے اور قرآن کی پیروی میں پیشوایانِ دین کی احادیث میں جہالت کے خلاف ایک بے امان جنگ لڑی گئ ہے۔ پیشِ نظر مقالہ میں تین حصوں میں "جہالت" پر سیر حاصل بحث کی گئ ہے۔ پہلے حصہ دراصل، بعض تاریخی حوالوں، نیز قرآن و سنّت کی روشنی میں "جہالت" کی مفہوم شناسی اور اس کے مصادیق کو بیان کرتا ہے۔ دوسرے حصے میں جہالت کے خلاف قرآنِ کریم کی تعلیمات کا جائزہ لیا گیا اور تیسرے حصے میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے کلام — نہج البلاغہ - کی روشنی میں جہالت سے نبرد آزمائی کا سبق دہرایا گیا ہے۔ مقالہ کے اختتام پر قدیم و جدید جاہلیت کی جوہری مماثلت اور مشابہت کو بیان کرتے ہوئے عصرِ جدید کی جاہلیت کے گرداب میں پھنسنے سے بچنے کی یاددہانی کروائی گئ ہے۔

اس مقالے کے پہلے حصے میں جس اہم نکتے کو اجاگر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن و سنّت کی اصطلاح میں جہالت، ایک کلمہ نہیں اور نہ ہی یہ کوئی انفرادی خصوصیت ہے، بلکہ یہ ایک سماجی تہذیب کا نام ہے۔ اس حصے میں قرآن و حدیث کی نگاہ سے جہالت کے عقائد و نظریات اور رسوم و رواج کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے اور جہالت کے بعض عمدہ نمونے اور مصداق بیان کیے گئے ہیں۔ مقالے دوسرے حصے جہالت کے مظاہر کے خلاف قرآن کریم کی تعلیمات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئ ہے اور مقالے کے آخری حصے میں نہج البلاغہ میں نقل شدہ حضرت علی علیہ السلام کے نورانی ارشادات کی روشنی میں جہالت کے ساتھ نبرد آزما تعلیمات پر روشنی ڈالی گئ ہے۔

کلیدی کلمات: قرآن، سنّت، جہالت، الجاہلیۃ الاولیٰ، الجاہلیۃ الاخریٰ، عقائد، اخلاقیات، توحید، معاد۔

حصہ اوّل: جہالت: مفہوم اور مصادیق

جہالت کے لغوی معنی

"جہالت" کا کلمہ، ایک عربی کلمے "الجاهلیة" سے لیا گیا ہے۔ جس کی بنیاد (ج۔ہ۔ل) ہے اور ترکیب اِسم فاعل الجاہل میں ی کا اضافہ کرنے سے اسم معنا یا اسم جمع پر دلالت کرتا ہے۔ ابن منظور لسان العرب میں جہل کے بارے میں کہتا ہے کہ جہل کی بنیاد ابتدا میں ہی ناقص علم سمجھا جاتا ہے۔ بطور نمونہ جہل کے برابر حلم و بردباری یا جہل کے معنی نادانی و کم فہمی ہو تو کبھی بھی اخلاقی پستی نہیں ہوتی اور کوئی بھی معلومات نہ ہونے کی بنیاد پر نادان نہیں سمجھا جائے گا۔ اسی طرح ایک بچے سے جواب طلبی نہیں ہو سکتی، کیونکہ انسان نادان متولد ہوتا ہے۔

جہالت کی اصطلاحی تعریف

متوقی ضعیف اپنی کتاب تاریخ الارب العرق العصر الجاہل میں لکھتے ہیں۔ پیامبر اکرم ﷺ کے زمانے میں کسی عورت کا یا کسی انسان کو برے الفاظ سے یاد کرنا جاہلیت ہے۔ ضعیف کی نگاہ میں جہالت کی جڑیں قدیم ہیں تند مزاجی، بدمزاجی، بے عقلی و بے حیائی کے معنی میں شمار ہوتی ہے، اور جاہلیت کے زمانہ سے شرک بداخلاقی و غصہ و انتقام جوئی، خونخواری و بردباری کا سبب بنتی تھی۔ قبل از اسلام یہ بار ذائل، جہالت کہلاتے تھے۔[1]

جرمن محقق گلدزیہر (Ignaz Goldziher) مسلمان مفسروں کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے جہل قبل از اسلام علم کے مدِ مقابل نہیں بلکہ حلم کے مقابل ہے۔[2] گلدزیہر کے اس نظریہ کو اکثر محققین نے پسند کیا ہے۔ مشرقی مفسروں نے بھی اس نظریہ کی طرف رغبت کا اظہار کیا ہے۔ لیکن ایزوتسو (محقق جاپانی متولد ٹوکیو پیدائش 1914ء وفات 1993ء) نے گلدزیہر کی تحقیقات سے فائدہ اُٹھایا اور سب سے زیادہ اس موضوع پر تحقیق کی اور ایک دو مشہور اسلامی روایتوں کو دلیل بنا کر یہ نتیجہ حاصل کیا کہ پیغمبر کی نظر میں جہالت گردشِ وقت کی طرح نہیں تھی کہ وقت گزر گیا بلکہ ایک خاص بہاؤ کی مانند تھی کہ اسلام کے آنے کے بعد اس کے دامن کو سمیٹ دیا گیا۔[3] جس کے آثار آج بھی عرب تہذیب و تمدن میں دیکھے جا سکتے ہیں اور باوجودیکہ نادانی جہالت کا دوسرا مطلب ہے۔ یہ بے شمار مطالب کا مجموعہ ہے۔ مثلاً قبیلہ کے سردار کا اپنے قبیلہ اور حسب و نسب پر فخر کرنا، قتل و غارت گری، رقابت و ناجائز طاقت کا استعمال، سخت ترین اخلاقی کردار، مزاج کا گستاخانہ انداز، مزاج کا گرم اور مغرور ہونا جہالت کا سرچشمہ ہیں۔ جس طرح گرم مزاجی کے مقابلہ میں حلم ہے یعنی راحت و مہربانی و مثبت سوچ صبر و بُردباری و اعتدال اور نفس پرستی سے دُوری۔ یہ اصل سرمایہ اخلاق میں جو حلم کو تشکیل دیتے ہیں۔ عصر حاضر کے محققین کے مطابق جہالت اندرونی کیفیت کا نام ہے جو زبان کی حدود میں مضبوطی سے پائی جاتی ہے مگر اس کے آثار عربی معاشرے میں دیکھے جا سکتے ہیں، اسی وجہ سے نادانی، جہالت کا دوسرا نام ہے۔[4]

قرآن وحدیث میں جہالت کے مصادیق

قرآن کریم دراصل، اسلام کی ضد کو "جہالت" کا نام دیتا ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے قرآن مجید ہر اُس وقت کی گردش کو جو اسلام کے خلاف ہو جاہلیت کا نام دیتا ہے اس سلسلے میں قرآن مجید میں جہالت کا لفظ، مدنی سورتوں میں چار بار آیا ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: جاہلیت کا گمان

ارشاد باری تعالی ہے: ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَى طَائِفَةً مِّنكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۔۔۔ الآیہ (154:3)

ترجمہ: "اس کے بعد اللہ نے ایک گروہ پر پُرسکون نیند طاری کر دی اور ایک کو نیند بھی نہ آئی کہ اِسے اپنی جان کی فکر تھی اور ان کے ذہن میں خلافِ حق جاہلیت کا گمان تھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ جنگ کے معاملات میں ہمارا کیا اختیار ہے؟ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ اختیار صرف خدا کا ہے۔۔۔"

۲: جاہلیت کی زینت

ارشاد باری تعالی ہے: وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى (33:33) ترجمہ: "اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور پہلی جاہلیت جیسا بناؤ سنگھار نہ کرو۔"

۳: جاہلیت کا حکم

خداوند تعالی کا فرمان ہے: أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (50:5) ترجمہ: "کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں جب کہ صاحبان یقین کے لئے اللہ کے فیصلہ سے بہتر کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔"

۴: جاہلیت کی ضد اور غیرت

اللہ تعالی کا فرمان ہے: إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ (26:48) ترجمہ: "یہ اُس وقت کی بات ہے جب کفار نے اپنے دِلوں میں زمانۂ جاہلیت جیسی ضد قرار دے لی تھی تو اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور مومنین پر سکون نازل کیا۔"

جیسا کہ واضح ہے، مذکورہ بالا تمام آیات میں جاہلیت، دراصل، اسلام کی ضد کے لیے استعمال ہوا ہے۔ چاہے کوئی ایسی زینت ہو جس کی اسلام نے اجازت نہ دی ہو، چاہے کوئی ایسا حکم لگایا جائے جو اسلامی احکام کے برخلاف ہو، چاہے کوئی ایسی ضد بازی اور غیرت دکھائی جائے جس کا اسلام نے حکم نہ دیا ہو، اِن سب کو جاہلیت کے مصادیق

قرار دیا گیا ہے۔ پس واضح ہے کہ قرآن کریم کی ادبیات میں "جاہلیت" کا کلمہ، بطور کلی، اسلام کی ضد اور برخلافِ اسلام تعلیمات، اخلاقیات اور کردار پر بولا جاتا ہے۔

قرآن کریم اور جاہلیتِ اُولیٰ

جیسا کہ اوپر بیان ہوا قرآن کریم نے ایک مقام پر جاہلیت کو "اَلجَاهِلِيَّةُ الاَ وليٰ " کے عنوان سے تعبیر کیا ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ "پہلی جاہلیت" سے کیا مراد ہے۔ یقینا "اَلجَاهِلِيَّةُ الاَ وليٰ " کی ترکیب نے اکثر دانش مندوں اور مفسروں کو تحقیق میں مشغول کر دیا ہے۔ ان میں سے کچھ دانشمدان جاہلیت کو زمانے تک محدود کرتے ہوئے جاہلیت اولیٰ اور جاہلیت الاخری کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ جہاں تک پہلی جہالت کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں دانش مند مختلف نظریات پیش کرتے ہیں:

1) حضرت آدمؑ و حضرت نوحؑ کے درمیان کا عرصہ۔

2) حضرت نوحؑ و حضرت ادریسؑ کے درمیان کا عرصہ۔

3) حضرت موسیٰؑ و حضرت محمدؐ کے درمیان کا عرصہ تا فتح مکہ۔

باقی رہا "دوسری جاہلیت" یا "الجاھلیۃ الُاخریٰ" کا سوال کہ اس سے مراد کیا ہے تو شوقی ضیف کے مطابق اس سے بیشتر وہ زمانہ مراد لیا جاتا ہے جس وقت پیامبرؐ اسلام نے اس دُنیا میں ظہور فرمایا تھا۔ جیسا کہ عیسائی محقق جرجی زیدان (۱۸۶۱، ۱۹۱۴) کہتا ہے کہ جاہلیت اوّل کا زمانہ پانچویں صدی عیسوی سے پہلے تک کی تاریخ اور جاہلیتِ دوم کا زمانہ پانچویں صدی عیسوی سے ظہور اسلام تک کا ہے۔ اور "تاریخ العرب قبل الاسلام" کے مولف، سالم نے شاعروں کو دو گروہوں یعنی جاہلی شعراء اور اسلامی شعراء میں تقسیم کیا ہے۔[5]

روایات میں جہل کی ماہیت کا بیان

بحارالانوار میں عقل و جہل کے عنوان سے ایک باب ہے جس میں دونوں کا مقایسہ کیا گیا ہے۔اس باب میں امام صادق علیہ السلام سے جہالت کی ماہیت کے بارے میں منقول ہے کہ: ”حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جہل کی ایک صورت ہے جو بنی آدم میں رکھ دی گئی ہے۔ اس کے سامنے اندھیرا ہے اور اس کے پیچھے نور ہے اور بندہ اس کے ساتھ الٹتا پلٹتا ہے جیسے سایہ سورج کے ساتھ الٹتا پلٹتا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ انسان کی طرف کہ تم کبھی اسے پاتے ہو اپنے نفس کی خصلتوں سے جاہل اور اس کی تعریف کرنے والا اور اس کے عیب کو پہچاننے والا اور غیر کے متعلق غضبناک رہنے والا اور کبھی تم اسے پاتے ہو اپنی طبیعتوں کا عالم اس کے لیے غضبناک اور اپنے غیر میں اس کی تعریف کرنے والا پس وہ عظمت اور خزلان کے درمیان الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔

پس اگر عصمت اس کے آڑے آتی ہے تو وہ درستی کو پاتا ہے اور اگر فضلان اس کے آڑے آتا ہے تو وہ خطا کر جاتا

ہے۔ جہالت کی چابی اس پر راضی ہونا اور اس پہ اعتقاد رکھنا ہے اور علم کی چابی اس استبدال کو تبدیل کرنا ہے۔ توفیق کے موافقت کی درستگی کے جاہل کے ادنی صفت ہے اس کے بغیر استحقاق کے علم کا دعوی اور اس کے درمیان صفت ہے جہالت سے جاہل ہونا، اور اس کی بلند ترین صفت ہے اس کا علم اس کا انکار کرنا اور کسی کی پہچان اس کی نفی کی حقیقت نہیں ہوتی سوائے جہالت دنیا اور حرص کہ پس ان میں سے سب ایک طرف ہیں اور ان میں سے سب ایک طرف۔"[6]

عصر جاہلیت کے عقائد

عصر جاہلیت میں عرب بتوں کی پرستش کرتے تھے ان کو اصنام و اوثان کے نام سے ذکر کرتے تھے۔' صنم' عربی زبان سے لیا گیا ہے۔ لغت کے اعتبار سے وصلم و صلمن کلمہ کے معنی تدریس کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اصل تندیس ہے، اور وثن قدیم عربی کلمہ ہے اور یہ بھی بت پرستی کی علامت ہے دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر سونے چاندی یا لکڑے سے جاندار کی شکل کو بت کی صورت دی جائے تو اس کی تندیس کہتے تھے۔ اگر جاندار کی شکل کو پتھر سے تراشا جائے اور بت کی شکل دی جائے تو اس کو وثن کہتے تھے۔ دور جاہلیت میں پتھر کے بتوں کو نصب کیا جاتا تھا اور جانوروں کو ان کے آگے ذبح کیا جاتا تھا۔[7] اسی طرح سے عصر جاہلیت میں مردار کا گوشت کھایا جاتا تھا، خون اور خنزیر بطور غذا استعمال ہوتے تھے؛ بتوں کے نام کی قربانی پیش کی جاتی تھی اور دیگر محرمات کو بطور مباح استعمال کیا جاتا تھا۔

عرب سورج و بے شمار ستاروں کی عبادت کرتے تھے جن میں ماہ، زہرا، دیران، عبوق، ثریا، شعری، مرزم، عطارد و سہیل کی پرستش کرتے تھے۔ ہر قبیلے کا اپنا ستارہ ہوتا تھا مثلا قبیلہ کنانہ، ماہ، دبران کی عبادت کرتا تھا۔ قبیلہ جرہم مشتری کو سجدہ کرتے تھے۔ قبیلہ طی ثریا مرزم و سہیل کی عبادت کرتے تھے۔ایک گروہ تعیم دیران کی عبادت کرتے تھے۔ قریش شعری العبور کی پرستش کرتے تھے۔یہ شعری وہی ستارہ ہے جس کا ذکر قران میں ہے: وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَىٰ (49:53) ترجمہ: "اور یہ کہ وہی شعریٰ کا مالک ہے۔" شعری العبور یہ کہکشاں کا وہ ستارہ ہے جس کو جوزا کہتے ہیں۔ عرب اسے اپنا خدا تصوّر کرتے تھے اور اس آیت میں اسی تصوّر کی نفی کی گئی ہے کہ شعری کا پروردگار بھی اللہ تعالی ہے۔ دراصل، مشرکینِ عرب میں سے کسی کا خدا کوئی جانور تو کسی کا خدا کوئی درخت ہوتا تھا۔ یہ اپنے قبیلوں کے نام بھی انہی جانوروں اور درختوں وغیرہ کے نام پر رکھتے تھے۔ مثلا بنی اسد، بنی فہد، بنی ضعیفہ، بنی کلب یا پرندوں کے نام او قاب، نصر، اب زیان قریش نباتات میں حنظلہ (خربوزہ) نبت (سبزی) فہر ایک پتھر کا نام ہے کیڑوں کا نام مثلا حبہ، (سانپ) مکھی۔[8]

زمانہ جاہلیت کے لوگ نہ فقط توحید و نبوّت کے منکر تھے، بلکہ اُن کا آخرت اور موت کے بعد کی زندگی اور حساب

وکتاب پر بھی عقیدہ نہیں تھا۔ کیونکہ عصر جاہلی کے لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ وہ موت کو تمام چیزوں کا خاتمہ کہتے تھے اور اُن کا عقیدہ تھا موت کے بعد پلٹ کر آنا خلافِ عقل ہے۔ اس لیے پیغمبر اکرم ﷺ سے موت کے بعد کی زندگی کے متعلق سن کر متعجب ہوئے تھے۔[9] وہ قیامت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے تھے۔ مثلاً قصص بن قلاب ابھی بن خلاف و اثاث بن وائل کو زندہ کرو ان سے باتیں کرو اور رسول خدا ﷺ سے جر و بحث کرتے تھے۔ قرآنی آیات اس بات کا اشارہ کرتی ہے: وَقَالُوٓاْ إِنۡ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا ٱلدُّنۡيَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوثِينَ (29:6) ترجمہ: "اور کہتے ہیں کہ ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس یہی (زندگی) ہے اور ہم (مرنے کے بعد) پھر زندہ نہیں کئے جائیں گے۔"

اسی طرح ارشاد ہوا: وَقَالُوٓاْ أَءِذَا كُنَّا عِظَٰمٗا وَرُفَٰتًا أَءِنَّا لَمَبۡعُوثُونَ خَلۡقٗا جَدِيدٗا (49:17) ترجمہ: "اور کہتے ہیں کہ جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیوں اور چُور چُور ہو جائیں گے کیا از سر نو پیدا ہو کر اُٹھیں گے۔" نیز ارشاد ہوا: وَقَالُوٓاْ أَءِذَا ضَلَلۡنَا فِي ٱلۡأَرۡضِ أَءِنَّا لَفِي خَلۡقٖ جَدِيدِۭۚ بَلۡ هُم بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ كَٰفِرُونَ (10:32) ترجمہ: "اور کہنے لگے کہ جب ہم زمین میں ملیامیٹ ہو جائیں گے تو کیا از سر نو پیدا ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے جانے ہی کے قائل نہیں۔" قرآن کریم، منکرین معاد کے شبہ کو اِن الفاظ میں نقل کرتا ہے: وَضَرَبَ لَنَا مَثَلٗا وَنَسِيَ خَلۡقَهُۥۖ قَالَ مَن يُحۡيِ ٱلۡعِظَٰمَ وَهِيَ رَمِيمٞ (78:36) ترجمہ: "اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہنے لگا کہ (جب) ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟ بہر صورت، حیات بعد از موت کے حوالے سے اس تمام تر انکار کے باوجود، عصر جاہلی کے لوگوں کا عمل عجیب تھا۔ وہ مرنے والے کی قبر پر اونٹ ذبح کرتے اور کہتے تھے جب یہ قیامت میں محشور ہو گا تو اس اونٹ پر سوار ہو کر آئے گا۔

عصر جاہلیت کا سماجی نظام

قبل از اسلام حجاز عرب میں کوئی نظام حکومت نہیں تھا اور کوئی سیاسی شکل و صورت و ساخت نہیں تھی اس وجہ سے ان کی اجتماعی زندگی ایران و روم سے بہت مختلف تھی۔ ان دونوں ملکوں میں مرکزی حکومت تھی جو پورے ملک کا نظام ترتیب دیتے تھے یہاں مقررات و قانون کے تحت لوگ زندگی گزارتے تھے مگر مکمل طور پر مرکزی جزیرۃ العرب شمالی علاقہ جات میں حکومت یا ایک قانون کا کوئی وجود نہیں تھا۔ جزیرۃ العرب کی اجتماعی و سیاسی زندگی قبیلے کی شکل میں تھی۔ یہ نظام تمام شان و شوکت کے ساتھ ظاہر ہوتا تھا۔

اس نظام میں لوگوں کی شناخت قبائلی نسبت سے ظاہر تھی۔ زندگی کا یہ سلسلہ نہ صرف تنہا قبیلے یہ صحرا نشینوں میں نظر آتا تھا بلکہ شہری زندگی میں بھی نمایاں نظر آتا تھا ان علاقوں میں قبیلہ ایک خود مختار ملک کی طرح تھا قبائل کے درمیان تعلقات کو ہم اس وقت دوسرے ملکوں کے تعلقات کی وجہ سے آج کل تشبیہ دے سکتے ہیں۔[10] ان کے

قبائلی نظام میں تعصب انتقام جوئی رقابت شدت سے پائی جاتی تھی تعصب قبیلوں کے افراد میں روح کی مانند تھا۔ تعصب کو وطن پرستی کی مانند آشکار کرتے تھے ان لوگوں میں انصاف عدالت کے فقدان نے انتقام کی بلند حد تک پہنچا دیا تھا انتقام لینے کا طریقہ بہت خوفناک ہوتا تھا قتل پر قتل کرتے قتل رکنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ اگر مقتول کسی بھی قبیلے کا ہوتا تو قاتل کا قبیلے کے ہر فرد کو جان کا خطرہ ہوتا تھا۔ ایک خون کے بدلے خون ہوتا، خون بہا قابل قبول نہیں تھا۔[11] ایک عربی دوسرے سے کہتا تھا اگر کوئی تم کو تکلیف یا اذیت دے تم انتقام نہیں لوگے دوسرے عربی کہتا تھا کیوں نہیں مجھے بہت خوشی ہو گی کہ انتقام لوں اور جہنم میں جاؤں۔[12]

عرب معاشرے میں لوگ رشتے و آباواجداد سے نسبت کی وجہ سے ایک جگہ زندگی گزارتے تھے اور اس کو قبیلہ کے نام سے نسبت دیتے تھے۔ قبیلہ کے افراد کے درمیان اتحاد و وابستگی شدید ہوتی تھی آپس میں رشتہ داری یا قرابت بہت مضبوطی و طاقت کے ساتھ ہوتی تھی۔ رسم و رواج و قانون و آداب ان قبیلوں کے اپنے ہوتے تھے جس کے تحت وہ زندگی کی بنیادی ضروریات پوری کر سکتے تھے۔

مالی مشکلات و فقر نے ان کو لالچی بنا دیا تھا جس کا سبب تھا کہ لڑکیوں کو زندہ درگوں کرتے تھے۔ لڑکوں کی پیدائش کو مبارک اور طاقت سمجھتے تھے اور قبیلے کے افراد دوسرے قبیلوں سے رابطہ کے معاملے میں محدود تھے۔ اپنی فطری سادگی توہم پرستی، اندھی حمایت و طرف داری اور اپنی طاقت کے بل بوتے پر دوسروں کو دھمکی دینا جو فرد جتنا زیادہ غصہ کرتا غصب ناک ہوتا لوگوں سے کراہیت کرتا قبیلہ میں برتر مانا جاتا اور وہ باعث فخر و مباہات ہوتا۔ عرب اپنی قدرت و طاقت کے عادی ہوگے تھے۔ بلند بلند گفتگو کرنا انسانیت رحم دلی کا فقدان کمزوروں کا مذاق بنانا اور اپنی شجاعت و بہادری پر مبالغہ سے کام لینا۔ "جواد علی" ان کی اخلاقی و معاشرتی کیفیت کو یہ عنوان "عبۃالجاھلیہ" کا نام دیا ہے۔[13]

عربوں میں لکھنے اور پڑھنے کا رواج نہ تھا، علم ظاہر کرنے کا واحد راستہ شعر و شاعری و فن خطابت تھا۔ اگرچہ رسم و رواج و عقائد زمانہِ جاہلیت سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ قدیم عرب موسم اور وقت کو خاص اہمیت دیتے تھے اور وقت و جگہ و موسم کے میلاپ سے رسم و رواج کو تشکیل دیتے تھے اور ان رسم و رواج کو اس جگہ اور اس وقت کے ساتھ منسوب کر دیتے تھے مثلاً ایک رسم ایامِ حج میں کبیسہ کا سال ہے (لیپ کا سال عیسوی میں ہر چوتھے سال فروری کے مہینے میں ایک دن کا اضافہ کرتے ہیں)۔ سال شمسی میں دن سال قمری کی نسبت ۱۱/۱/۴ زیادہ ہوتے ہیں ان کو برابر کرنے کیلئے تین سال کے بعد ایک مہینہ لوند کا اہلِ ہند بڑھا لیتے ہیں اِسے 'کبسہ' کہتے ہیں۔

ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب بیرونی، "الآثار الباقیة عن القرون الخالیة" میں لکھا ہے کہ یہ تبدیلی اور مراسم حج کو تاخیر سے انجام دینا موسم کی تبدیلی کے مطابق تھا کہ لوگ ایامِ حج میں اپنی فصل کو فروخت کرنے

آتے تھے کیونکہ ایامِ حج ایک تجارتی موسم کے مانند تھا۔ کبھی یہ مراسم حج ماہ ذی قعدہ میں اور کبھی ماہِ ذی الحجہ میں ادا کرتے تھے۔ حسب و نسب پر فخر کرنا، ایک دوسرے کو طعنہ دینا، ایک دوسرے کا مذاق اُڑانا، ستاروں کی عبادت، صفا و مروہ کا طواف اس لیے کرنا کہ ان کے درمیان دو بُت نصب تھے۔ بچیوں کو زندہ دفن کرنا، لڑکوں کو فوقیت دینا، میراث کا حق صرف مردوں کو تھا، عورتوں اور بچیوں کو کوئی حق نہیں ملتا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اپنی ماں سے شادی کر سکتا تھا۔ مختلف قسم کی شادیوں کا رواج تھا عورت کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

بُت پرستی عام تھی جو لکڑی، لوہے یا مٹی سے بنائے جاتے تھے۔ جو مختلف شکلوں کے ہوتے تھے، کبھی حیوانی شکل یا انسانی شکل کے ہوتے تھے۔ جن کو صنم کا نام دیا جاتا تھا۔ ان کے بُتوں کے نام، ہُبل، نائلہ، لات، منات، عُزیٰ، وَدّ، سُواع، نسر، یغوث اور یعوق تھے۔ جن کو پتھر سے تراش کر بنایا جاتا تھا۔ کچھ قبائل عرب فلکیات کی عبادت کرتے تھے۔ جیسے حمیر، کنانہ، لخم، اسد، آفتاب، مشتری، ماہ۔ مثلاً جادو، پودے درخت پہاڑوں کی بھی عبادت ہوتی تھی۔ وہ لوگ جنات وارواح سے بھی شفاو حاجت طلب کرتے تھے۔

قبل از اسلام اہلِ عرب غرور و تکبر اور بُری عادتوں کے سمندر میں غوطہ زن تھے۔ ظہور اسلام کے بعد اس میں تبدیلی آنی شروع ہوئی حکمت و دانائی و بھائی چارہ اسلامی اُخوت نے اپنی جگہ لی۔ یہودی دانشمند گلدزیہر (Goldzihar) لکھتا ہے کہ جنوبی عرب (یمن) کے درمیان دینی اخلاقی تھا لیکن دوسرے قبائل عرب جاہل وبدو تھے۔ قبل از اسلام دنیا میں جنگل کا قانون تھا۔ مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ تمام عرب جنگلی تھے بلکہ کچھ قدریں موجود تھیں مثلاً سخاوت و مہمان نوازی، بہادری، شجاعت، علم نجوم، ستاروں کے ذریعے راستہ تلاش کرتے تھے۔ شعر وادبیات معاملات و تجارت وصنعت، کھیتی باڑی، جانور شناسی یعنی اُونٹ کے پاؤں کا نشان دیکھ کر نسل کا بتادیا کرتے تھے۔

حصہ دوّم: قرآن اور جہالت کے مصادیق کی اصلاح

1۔ تعلیم وتربیت

جب اس دنیا میں اسلام کا سورج طلوع ہوا تو پوری دنیا میں خاص طور پر جزیرۃ العرب میں بعثت پیامبر اسلام کے ذریعے اسلام کی کرنیں پوری چمک و دمک کے ساتھ پوری دنیا میں انقلاب لے کر آئی ہیں وہ ان کی راہ روش و جہالت کی طرز زندگی کے قائدہ قانون میں تبدیلی آنا شروع ہوئی۔ قرآن کریم پیغمبر اکرم کی توصیف میں ارشاد فرماتا ہے: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (62: 2) ترجمہ: "[اللہ] وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک

(باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجا وہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور اُن (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، بیشک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔" یہی وجہ تھی کہ جہاں زمانہ جاہلیت میں موسمِ حج میں یمن، ایران، رُوم، شام اور مختلف ممالک کے تاجر مکہ کا سفر کرتے تھے اور مشہور بازار عکاظ اور ذوالمجنّہ میں شامل ہوتے تھے۔ بعد از ظہورِ اسلام پیامبر اسلام ان بازاروں میں مراسم حج ادا کرنے والوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور سورہ قریش اس بات کی شاہد ہے۔

2۔ پرستش اور تصوّرِ الوہیت کی اصلاح

ظہور اسلام سے پہلے جزیرۃ العرب میں پرستش و دینداری مختلف طریقے و مختلف انداز میں بیان کی جاتی تھی۔ جب اسلام کی فضیلت افادیت ظاہر ہونے لگی تغیر و تبدیلی آنا شروع ہو گئی تو ایک انقلابی تبدیلی آئی۔ ابتدا میں عقیدہ توحید کا ذکر آتا ہے۔ اسلام کے ظہور سے قبل عصر جاہلی کے لوگ "اوثان" کی پرستش کرتے تھے۔ اگر جاندار کی شکل کو پتھر سے تراشا جائے اور بت کی شکل دی جائے تو اس کو وثن کہتے تھے۔ دور جاہلیت میں پتھر کے بتوں کو نصب کیا جاتا تھا اور جانوروں کو ان کے آگے ذبح کیا جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے بت پرستی کو ممنوع قرار دیا۔

اسلام نے وجود خدا کی معرفت کے دو راستے سامنے رکھے؛ ایک، راہ آفاق اور دوسرا، راہ انفس۔ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا: سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (53:41) ترجمہ: "ہم عنقریب ان کو اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ (قرآن) حق ہے۔ کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے خبردار ہے۔" راہ آفاق یعنی تدبیر و مشاہدہ کائنات اور راہ نفس اپنے نفس سے تخلیق پہ غور و فکر اور خدا کی قدرت پر یقین کرنا ہے۔

قرآن نے اہل جاہلیت کی توحیدی تربیت کا بندوبست کیا۔ ارشاد ہوا: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَادُواْ وَالصَّابِؤُونَ وَالنَّصَارَى مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (69:5) ترجمہ: "جو لوگ خدا پر اور روز آخرت پر ایمان لائیں گے اور عمل نیک کریں گے خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا ستارہ پرست یا عیسائی ان کو (قیامت کے دن) نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ غمناک ہوں گے۔" قرآن کریم مشرکین، یہودیوں، نصرانیوں اور بت پرستوں کو قیامت کے دن کا وعدہ و وعید سنا کر ان کے عقائد و ایمان کی اصلاح فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (17:22) ترجمہ: "جو لوگ مومن (یعنی مسلمان) ہیں اور جو یہودی

ہیں اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور مشرک۔ خدا ان (سب) میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ بے شک خدا ہر چیز سے باخبر ہے۔"

پس زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی مشکل اللہ تعالی پر عدمِ اعتقاد نہیں تھی، بلکہ اُن کی اصل مشکل شرک اور بت پرستی تھی۔ جاہلی تصور کائنات میں اس دنیا کو بنانے والا اللہ تھا لیکن بارش برسانے والا اللہ ایک دوسرا خدا تھا۔ جاہل عربوں کے لیے یہ عقیدہ قبول کرنا بہت مشکل تھا کہ اس دنیا کو بنانے والا بارشوں کو برسانے والا زندگی و موت دینے والا خدا واحد ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے توحید و خدائے واحد کی تعلیمات کو قرآنی آیات کے ذریعے عام کیا۔ (سورہ توحید آیت 1، سے 4) اللہ کی صفات میں سے کسی اور کو شامل کرنا مشرک قرار دیا ہے اور شرک کو گناہ کبیرہ میں شامل کیا جس کی معافی بھی نہیں: إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا (48:4) ترجمہ: "خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔"

بنیادی طور پہ پیامبران الٰہی توحید کی تبلیغ کرتے تھے اور مخالفوں کے دشمنی کا نشانہ بنتے تھے۔ جس کی مثال نمرود و ابراھیم کی تھی پیامبر اسلام سے دشمنی ابوجہل و ابولہب کو تھی: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللّهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلالَةُ فَسِيرُواْ فِي الأَرْضِ فَانظُرُواْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ (36:16) ترجمہ: "اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ خدا ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔ تو ان میں بعض ایسے ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی۔ سو زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔"

3۔ پیشوائی اور تصوّرِ نبوّت کی اصلاح

یہ بات واضح ہے بعثت سے پہلے عرب میں دین یہود و نصارا طبیعی طور پہ موجود تھے اور اس علاقے کے لوگ مسئلے نبوت سے اچھی طرح آشنا تھے وہ آخری پیغمبر کا انتظار کر رہے تھے۔ قبل از پیغمبر اسلام اہل قریش کو علم تھا کہ اہل کتاب اپنے پیغمبر کو جھٹلاتے تھے۔ اہل قریش کہتے تھے خدا یہود و نصاری پر لعنت کرے جو پیغمبر خدا کی طرف سے آئے ہیں وہ ان کو جھٹلاتے تھے، اگر پیغمبر ہماری طرف آیں تو ہم کو وہ ایک انتظار کرتی امت پائیں گے۔[14] بنابرایں، عصر جاہلیت میں بھی لوگوں کا نبوّت پر ایک ناقص و کمزور سا ایمان تھا لیکن اُن کے عقیدہ نبوّت کی آفت یہ تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ پیغمبروں کو معمولی انسان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان کا کام انسان کی تربیت ہے اس لیے انسانوں سے بلند تر ہونا چاہیے: وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ

فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا (7:25) ترجمہ: "اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیوں نازل نہیں کیا گیا اس کے پاس کوئی فرشتہ اس کے ساتھ ہدایت کرنے کو رہتا۔"

عربوں کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر نہ بیمار ہو نہ اُسے فقر و فاقہ کی کوئی فکر ہو۔ یا اُس کے پاس باغات ہوں اور وہ ایسی طاقت کا مالک ہونا چاہیے کہ ہر اَن ہونی کو ہونی کرتا جائے: وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا (90:17) ترجمہ: "اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ (عجیب و غریب باتیں نہ دکھاؤ یعنی یا تو) ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کر دو۔" ان کا ایک اور حیلہ بہانہ قرآن نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے: أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا (18:25) ترجمہ: "یا اس کی طرف (آسمان سے) خزانہ اتارا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا کہ اس میں کھایا کرتا۔ اور ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک جادو زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔" اُن کا گمان تھا کہ پیغمبر کے پاس سونے کا گھر ہونا چاہیے اور وہ آسمان پر چڑھ سکے: أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا (93:17) ترجمہ: "یا تو تمہارا سونے کا گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ۔ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ کوئی کتاب نہ لاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں۔ کہہ دو کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا انسان ہوں۔"

اسلام نے اپنے ظہور کے بعد عرب جاہلیت کے عقائد کو تبدیل کرنے میں سب سے زیادہ نبوّت پر زور دیا۔ پیغمبر اکرم نے نبوّت کے بارے میں عصر جاہلیت کے لوگوں کی سوچ کو تبدیل کیا۔ دراصل، پروردگار عالم تمام کائنات کو بنانے والا اور اس کی پرورش کرنے والا ہے۔ اس دنیا کے انسانوں کی تربیت و تعلیم کے لیے انبیاء ورسول و پیغمبر مبعوث فرمائے۔

4۔ معاد اور تصوّرِ آخرت کی اصلاح

موت کے بعد کی زندگی اسلام کا اہم ترین سبق ہے۔ اسلام نے عربوں کے تصورِ موت کو بدلا۔ اسلام میں موت کا مطلب فنا و نابود نہیں ہے بلکہ ان کی روح فنا نہیں ہونے والی ہے انسان کے مرنے کے بعد روح بغیر جسم کے اپنی زندگی کا سفر جاری رکھتی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ (11:32) ترجمہ: "کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

اسلام کی نظر میں انسان روح و جسم سے تشکیل پاتا ہے انسان کا جسم مختلف مادی مرکبات کا مجموعہ ہے جس کے کچھ

قانون ہیں یعنی حجم و وزن کی زندگی کرنا سرما و گرما کے زیر اثر مرتب آگے بڑھنا پیدائش، جوانی، پیری کے ساتھ فرسودہ ہونا اور امر خداوندی کے ساتھ اس دنیا سے چلے جانا، لیکن اندرونی کیفیت یعنی روح کا تعلق مادے سے نہیں ہے بلکہ حقیقت علم واحساس و فکر وارادہ اور دوسری کیفیت مثلا محبت کینہ خوشی غم امید انتظار کی کیفیت جس کا تعلق روح سے ہے۔

قرآن فرماتا ہے: فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ فَاسْلُكْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ (27:23)

ترجمہ: "پس ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے ایک کشتی بناؤ۔ پھر جب ہمارا حکم آ پہنچے اور تنور (پانی سے بھر کر) جوش مارنے لگے تو سب (قسم کے حیوانات) میں جوڑا جوڑا (یعنی نر اور مادہ) دو دو کشتی میں بٹھا دو اور اپنے گھر والوں کو بھی، سوا ان کے جن کی نسبت ان میں سے (ہلاک ہونے کا) حکم پہلے صادر ہو چکا ہے۔ اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا، وہ ضرور ڈبو دیے جائیں گے۔"

قرآن متعدد روایت کے ذریعے لوگوں کو تعلیم دی ہے کہ میں ہر شک و شبہ کی نفی کرے اور اپنی بصیرت و علم کے ذریعے قدرت مطلق پر یقین لائیں جیسے اس نے جب کچھ نہ تھا اس وقت خلق کیا اس طرح موت کے بعد بھی زندہ کرے گا۔ قرآن کریم نے موت کے بعد معاد کا منکرین کے شک و شبہ کا ان الفاظ میں جواب دیا: قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ (79:36) ترجمہ: "کہہ دو کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔"

5۔ اقتدار اور سماجی نظام کی اصلاح

آئین اسلام قبائلی نظام کے خلاف مقابلہ کرتا ہے حسب نسب تکبر انتقام تعصب کینے کی بنیادوں کو جڑ سے ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلامی نے عقیدہ و ایمان کی وحدت کو سماج کی وحدت کی اساس کے طور پر متعارف کروایا۔ دراصل، یہ وہ طاقتور ترین بنیاد ہے جہاں پر خون مشترک وہ ایمان مشترک کی بنیاد پہ تمام مومین کا مسلمان کو برابری برابری یعنی سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اسلامی اصولوں پر جس طرح بنیاد کو مضبوطی کے ساتھ تعمیر کیا گیا اجتماعی عرب میں ایک بڑی تبدیلی آئی۔ [15]

پیغمبر اسلام ﷺ کے آغاز بعثت سے ہی کوشش تھی کہ اعتقادی وحدت کو تمام مسلمانوں میں عام کیا جائے اور یہ ایک معجزہ تھا کہ تعصّبات قبائلی کہ جس کی جڑیں بہت گہری تھیں۔ لوگوں کے دلوں سے دور ہونا شروع ہو رہی تھیں اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونا شروع ہوا مسلمانوں میں وہ لوگ شامل تھے جو انتقام جوئی یا تعصب کا شکار تھے یا غلامی میں ان کے لوگوں کے سروں کو قلم کیا گیا۔ مظلوم کی حمایت و دستگیری کی بہترین مثال حلف الفعول تھا کہ فکر و

عقیدہ و قبیلہ مختلف ہونے کے باوجود ایک ہو گئے۔ بنی ہاشم کے لوگوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کی حمایت کی اور محبت میں سب شعیب ابی طالب میں تین سال زندگی کی۔[16] جناب جابر ابن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: يا ايها الناس! إن ربكم واحد وإن اباكم واحد، الا لا فضل لعربي على عجمي ولا عجمي على عربي ولا احمر على اسود ولا اسود على احمر إلا بالتقوى * (إن اكرمكم عند الله اتقاكم) *، الا هل بلغت؟ قالوا: بلى يا رسول الله! قال: فيبلغ الشاهد الغائب.[17]

ترجمہ: "لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، آگاہ ہو جاؤ! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ رنگ والے کو کالے رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں، مگر تقویٰ کے ساتھ، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے" :اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے وہ شخص سب سے زیادہ معزز ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے"، خبردار! کیا میں نے)اللہ کا پیغام (پہنچادیا ہے؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں۔ پھر فرمایا" : حاضر لوگ یہ باتیں غائب لوگوں تک پہنچادیں۔"

قرآن کریم نے بنی نوع انسان کی سماجی وحدت کی اساس تقویٰ کو قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (26:48) ترجمہ: "جب کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کی اور ضد بھی جاہلیت کی۔ تو خدا نے اپنے پیغمبر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور وہ اسی کے مستحق اور اہل تھے۔ اور خدا ہر چیز سے خبردار ہے۔"

پیغمبر اکرم ﷺ نے مساوات کی خوبصورت اور بہترین مثال عقدِ اخوّت جو مدینے کے مہاجرین اور انصار کے درمیان بڑھایا جس کی وجہ سے تعصب و کینہ، تفاخر سے نکل کر ایک دوسرے کے احساس کے ساتھ ہمیشگی اور ذمہ داری کے ساتھ زندگی گزارنا شروع کی۔

1) سیاسی، اقتصادی و اجتماعی مشکلات اور دشواریوں میں ایک دوسرے کی مدد و ہمدردی کرنا۔
2) کسی کی موت یا شہادت پر ذمہ داری کے ساتھ خاندان کی محبت کی طرح پیش آنا۔
3) میدان جنگ میں ایک دوسرے کی حفاظت اور مدد کرنا۔
4) بیماری اور تنگدستی میں ایک دوسرے کی محبت کے ساتھ مدد کرنا۔
5) کسی کے قید ہو جانے پہ اس کی آزادی کی پوری کوشش کرنا۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے قبائلی نظام اور غلط آداب رسوم سے مقابلہ کیا، قومی تعصب کو رد کرکے اس کی جگہ حق و عدل کی تعلیم دی، انتقام و غارت گری و برادر کشی کو صلح و صفائی میں تبدیل کیا خواتین کو کنیزی و کللفتی سے نجات

دلوائی اور ان کی شخصیت کو ایک مقام عطا کیا عربوں کو ایک امت واحد بنایا اور امت محمدی نام بھی دیا۔[18] پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہر کوئی اگر تعصب کی دعوت دیتا ہے یا تعصب کی بنیاد پہ باتیں کرتا ہے یا تعصب کی فکر میں مر جائے وہ ہم میں سے نہیں۔[19] پیغمبر اکرم ﷺ سے پوچھا گیا ظالم کی کیسے مدد کریں؟ فرمایا اس کو ظلم کرنے سے روک کر۔[20]

6۔ خبائث اور قبائح کی تحریم

عصر جاہلیت میں مردار کا گوشت کھایا جاتا تھا، خون اور خنزیر بطور غذا استعمال ہوتے تھے؛ بتوں کے نام کی قربانی پیش کی جاتی تھی اور دیگر محرمات کو بطور مباح استعمال کیا جاتا تھا۔ اسلام نے جہالت کے اِن تمام مصادیق کو حرام قرار دیا: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلاَّ مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَن تَسْتَقْسِمُواْ بِالأَزْلاَمِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ (3:5) ترجمہ: "تم پر مرا ہوا جانور اور (بہتا) لہو اور سور کا گوشت اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے یہ سب حرام ہیں۔" ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (90:5) ترجمہ: "اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پاسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔"

7۔ سماجی اور اخلاقی اقدار کی اصلاح

اللہ تعالی نے آنحضرت کو معلّم اخلاق بنا کر مبعوث فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے: وَإِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيمٍ(4:68) ترجمہ: "اور اخلاق تمہارے بہت (عالی) ہیں۔" یہی وجہ تھی کہ آپ نے عصر جاہلی کی اخلاقی، سماجی اقدار کو بدلا۔ یہاں تک کہ آپ نے چلنے پھرنے اور بات کرنے میں لب ولہجہ کی تہذیب فرمائی: وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ (19:31) ترجمہ: "اور اپنی چال میں اعتدال کئے رہنا اور (بولتے وقت) آواز نیچی رکھنا کیونکہ (اُونچی آواز گدھوں کی ہے اور کچھ شک نہیں کہ) سب آوازوں سے بُری آواز گدھوں کی ہے۔"

حصہ سوّم: نہج البلاغہ میں جہالت کے مصادیق اور اُن کی اصلاح

دامنِ نبوّت و وحی میں پرورش پانے والے امام اوّل، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اکرم اور مکتبِ وحی کے ایک امین اور فتین شاگرد کی حیثیت سے جاہلیت کے مصادیق کی نشاندہی اور اصلاح میں قدم بہ قدم وحی و نبوّت کی پیروی فرمائی۔ آپ کے فرمودات کا بیان، یعنی نہج البلاغہ ایک کامل و مکمل اور درست روش کے

ساتھ پر معنی گفتگو کرتا ہے۔ محمد بن ابی احمد موسوی مکنی با ابوالحسن لقب سید رضی تھا۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے کلمات کو جمع اور مرتب کیا یہ مشہور ترین اور رہتی دنیا تک باقی رہنے والے کلمات ہیں۔ جس کو 400 ہجری میں اپنی وفات سے چھ سال پہلے وسیع تحقیق و دانش سے سرشار محبت و ادبی معیار کے ساتھ انتخاب کیا جس میں خطبات، کلمات، خطوط، وصیت نامے حکمت آمیز نصیحت چند دعائیں شامل ہیں۔

نہج البلاغہ اسلامی علم و دانش کا دائرہ المعارف ہے۔ قرآن کریم واحادیث نبوی کے بعد اسلام کی معرفت و شناخت کا اہم سرچشمہ ہے، نہج البلاغہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں 241 خطبات شامل ہیں جن میں سے چار خطبات کو نام کے ساتھ مہم قرار دیا ہے۔

1۔ خطبہ شقیقہ، 2۔ خطبہ الغراء، 3۔ خطبہ الاشباح، 4۔ خطبہ قاصعہ۔

دوسرے حصے میں 79 خطوط و مکتوب شامل ہیں 43 خطوط 12 وصیت نامہ، دو فرمان ایک دعا، ایک عہد نامہ تیسرے حصہ میں 380 حکمت کی باتیں اور مختصر الفاظ میں نصیحت شامل ہے۔ علامہ رضیؒ نے نہج البلاغہ میں مختلف موضوع کو جمع کرکے موضوعات کے تحت مرتب کیا جس میں خدا شناسی، دینداری، اخلاق، انسان شناسی اور انسانی زندگی گزارنے کے لیے دستور عمل شامل ہیں۔ ذیل میں ہم جہالت کے اندھیروں کو دور کرنے کے لیے امام عل علیہ السلام نے جو تعلیمات دین اور انہیں نہج البلاغہ کے مجموعہ کی صورت میں مرتب کیا گیا، اس سے چند اہم تعلیمات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

1۔ نہج البلاغہ اور تعلیم وتربیت

قرآن کریم نے جاہلیت کے نقش و نگار مٹانے کی غرض و غایت سے تعلیم و تربیت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن نبی کریم کی بعثت کا ایک عمدہ ہدف، تعلیم وتربیت کو قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (62 :2) ترجمہ: "وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (ص) کو بھیجا وہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور اُن (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ بے شک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔" وحی و نبوّت کے ایک شاگرد کی حیثیت سے امام علی علیہ السلام کی بھی سب سے زیادہ تاکید تعلیم و تربیت کے مقولہ پر تھی۔ نہج البلاغہ میں جگہ جگہ آپ نے علم و معرفت اور تعلیم و تربیت کی اہمیت کا جا گر فرمایا ہے۔ منجملہ حکم و مواعظ کے باب میں جناب کمیل ابن زیاد النخعی سے آپ کا یہ کلام منقول ہے کہ کمیل کہتے ہیں آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک قبرستان کی طرف لے چلے۔ وہاں آپ نے ایک لمبی آہ بھری اور پھر فرمایا:

یا کمیل ابن زیاد! ان هذه القلوب اوعیة فخیرها اوعاها۔۔ امثالهم فی القلوب موجودة۔ ترجمہ: "اۓ کمیل یہ دل اسرار اور حکمتوں کے ظروف ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنا والا ہو۔ دیکھو تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں: ایک، عالم ربّانی؛ دوسرا طالب علم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار ہے؛ اور تیسرا عوام الناس کا وہ پست گروہ ہے کہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے چل پڑتا ہے اور ہر ہَوا کے رُخ پر مڑ جاتا ہے۔ نہ انہوں نے نورِ علم کسب کیا، نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی۔ اۓ کمیل! یاد رکھو، علم مال سے بہتر ہے [کیونکہ] علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے لیکن علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ اور مال و دولت کے اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں۔۔۔ اۓ کمیل، مال اکٹھا کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں۔ بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر ان کی صورتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔"[21]

2۔ نہج البلاغہ اور توحید

خدا شناسی کا پہلا مسئلہ وجود خدا کی شناخت ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے: قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ(10:14) ترجمہ: "تو رسولوں نے کہا کہ کیا تمہیں اللہ کے بارے میں بھی شک ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور تمہیں اس لیے بلاتا ہے کہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے اور ایک معینہ مدت تک زمین میں چین سے رہنے دے۔۔۔ تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم سب بھی ہمارے جیسے بشر ہو اور چاہتے ہو کہ ہمیں ان چیزوں سے روک دو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے تو اب کوئی کھلی ہوئی دلیل لے آؤ۔"

امام علی علیہ السلام کے بیانات سے ظاہر ہے خداوند تعالی نے انسان کو فطرت خدا شناسی و خدا جوئی پر خلق کیا ہے۔ کلام علیؑ میں وجود خدا کو استدلال کے ساتھ گفتگو کی ہے۔اول خدا شناسی کو فطری قرار دیا ہے فطرت کے ساتھ اللہ کی معرفت کی تعلیم دی ہے: وَ عَجِبْتُ لِلْمُتَكَبِّرِ۔۔۔۔ هُوَ يَرَى خَلْقَ اللَّهِ۔[22] ترجمہ: "مجھے تعجب ہوتا ہے، متکبر و غرور پر کہ جو کل ایک نطفہ تھا اور کل کو مردار ہو گا اور مجھے تعجب ہے اس پر کہ جو اللہ کی پیدا کی ہوئی کائنات کو دیکھتا ہے، اور پھر اس کے وجود سے انکار کرتا ہے۔"

خداوند تعالی کی معرفت کے حوالے سے توحیدی فطرت کی طرف رجوع کے حوالے سے امام علی علیہ السلام نے فرمایا: إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَوَسَّلَ ۔۔۔۔۔ فَإِنَّهَا الْفِطْرَةُ۔[23] ترجمہ: "اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے والوں کے لیے بہترین وسیلہ

اللہ اور اس کے رسول پہ ایمان لانا ہے اور اس کی راہ میں جہاد کرنا کہ وہ اسلام کی سربلند چوٹی ہے کلمہ توحید کہ وہ فطرت کی آواز ہے۔" اسی طرح خداوند تعالی کی وحدت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام علی علیہ السلام نے فرمایا: وَمَنْ جَهِلَهُ۔۔۔فَقَدْ عَدَّهُ۔[24] ترجمہ: "اور جو بے معرفت ہو گیا اس نے اشارہ کرنا شروع کر دیا اور جس نے اس کی طرف اشارہ کیا اس نے اسے ایک سمت محدود کر دیا اور جس نے محدود کر دیا اُس نے اسے گنتی کا ایک شمار کر لیا۔ ہر غلط عقیدہ انسان کو ایک جہالت سے دوچار کر دے گا اور ہر مہمل سوال کے نتیجہ میں معرف سے شروع ہونے والا سلسلہ جہالت پر تمام ہو گا اور یہ بد بختی کی آخری منزل ہے اس کی عظمت کے ساتھ اس نکتہ کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ جملہ اعمال کی نگرانی کر رہا ہے اور اپنی یکتائی میں کسی کے وہم و گمان کا محتاج نہیں ہے۔"

- **برہان نظم**

امام علی علیہ السلام نے جہاں موجودات کے مشاہدے کے لیے نظم و تدبیر کے بارے میں گفتگو کی تاکہ انسان خدا کی حکمت و نظم کے بارے میں معرفت پیدا کریں: ألاَ تَنْظُرُونَ إِلَى ۔۔۔ تُنَالُ بِلَحْظِ الْبَصَرِ۔[25] ترجمہ: "نہیں دیکھتے کہ کیونکر ان کی آفرینش کو استحکام بخشا ہے۔ اور ان کے جوڑ بند کو باہم استواری کے ساتھ ملا دیا، اور ان کے لیے کان اور آنکھ کے سوراخ کھولے ہیں اور ہڈی اور کھال کو پوری مناسبت سے درست کیا ہے ذرا اس چیونٹی کی طرف اس کی جسامت کے اختصار اور شکل و صورت کی باریکی کے عالم میں نظر کرو اتنی چھوٹی کہ وہ شاید گوشہ چشم سے بمشکل دیکھی جاسکے۔"

یہاں پر امام علی علیہ السلام نے لوگوں کو خصوصاً دانشمندوں کو دعوت دی ہے کہ فکر کرے اتنی چھوٹی مخلوق کی اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ کوئی ہے جو اس کی رضا پر قادر ہے اور وہی قادر مطلق ہے۔ ایک اور جگہ آپ کا ارشاد گرامی ہے: فَانْظُرْ إِلَى الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ،۔۔۔۔۔۔ وَأَنْكَرَ الْمُدَبِّرِ۔[26] ترجمہ: "لہٰذا تم سورج چاند سبزے، درخت، پانی اور پتھر کی طرف دیکھو اور اس رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے جانے اور ان دریاؤں کے جاری ہونے اور ان پہاڑوں کے محتاج اور ان چوٹیوں کی اونچائی پر نگاہ دوڑاؤ اور ان نعمتوں اور قسم، قسم کی زبانوں کے اختلاف پر نظر کرو اس کے بعد افسوس ہے ان پر کہ جو قضا و قدر کی مالک کی ذات اور نظم و انضباط کے قائم کرنے والی ہستی سے انکار کرے۔

3۔ نہج البلاغہ اور دعا مناجات

جاہلیت کا ایک مصداق اور زمانہ جاہلیت کی ایک رسم، بتوں سے حاجتیں طلب کرنا اور نذریں چڑھانا تھا۔ قرآن کریم نے جہالت کے اندھیروں میں ڈوبے انسان کو ان کے حقیقی مالک سے متصل فرمایا اور انہیں یہ تعلیم دی کہ وہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں عجز نیاز کریں اور دعا مناجات کریں۔ چنانچہ قرآن ارشاد فرماتا ہے: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي

فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُواْ لِي وَلْيُؤْمِنُواْ بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (186:2) ترجمہ: "اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیئے کہ میرے احکام کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔"

قرآنی ہدایت وارشاد کی پیروی کرتے ہوئے امام علی علیہ السلام نے بھی لوگوں کو خدا سے طلب دعا اور مناجات کا درس دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَلاَ لِيَفْتَحَ عَلَى ---------- بَابَ الْأَجَابَةِ۔[27] ترجمہ: "کسی بندے کے لیے دعا کا دروازہ کھولے اور در قبولیت کو اس کے لیے بند رکھے۔"

4۔ نہج البلاغہ اور نبوّت و پیشوائی:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: رُسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (165:4) ترجمہ: "(سب) پیغمبروں کو (خدا نے) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو خدا پر الزام کا موقع نہ رہے اور خدا غالب حکمت والا ہے۔"

قرآن کریم کے اس فرمان کی گویا تفسیر میں امام علی علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: فَبَعَثَ فِيهِمْ رُسُلَهُ --- دَفَائِنَ الْعُقُولِ۔[28] ترجمہ: "اللہ ان میں اپنے رسول مبعوث کیے اور لگاتار انبیاء بھیجے تاکہ ان سے فطرت کے عہد و پیمان پورے کرائیں اس کی بھولی ہوئی نعمتیں یاد دلائیں۔ پیغام ربانی پہنچا کے حجت تمام کریں عقل کے دفینوں کو ابھاریں اور انہیں قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔"

دراصل، امام علی علیہ السلام نے اپنے زمانے کے لوگوں کے درمیان فلسفہ نبوت کے بارے میں بیشتر گفتگو کی ہے۔ اور وہ جو شک و شبہات پیغمبر اکرم ﷺ کے بارے میں ان کے ذہنوں میں تھے وہ علم و حکمت کی باتوں کے ذریعے دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: واصطفى سبحانه من ولده انبياء ---- محمدا رسول الله۔[29] ترجمہ: "اللہ سبحانہ نے ان کی اولاد سے انبیاء چنے وحی پر ان سے عہد و پیمان لیا تبلیغ رسالت کا انہیں امین بنایا جبکہ اکثر لوگوں نے اللہ کا عہد بدل دیا تھا۔ چنانچہ وہ اس کے حق سے بے خبر ہو گئے اور ان کو اس کا شریک بنایا و شیطان نے ان کی معرفت سے انہیں روگرداں اور اس کی عبادت سے الگ کر دیا تھا اللہ نے ان میں اپنے رسول مبعوث کیے اور لگاتار انبیاء بھیجے تاکہ ان سے فطرت کے عہد و پیمان پورا کریں اور اس کی بھولی ہوئی نعمتوں کو یاد دلائیں۔

پیغام ربانی پہنچاتے ہوئے حجت تمام کریں عقل کے دفینوں کو ابھارے اور انہیں قدرت کی نشانیاں دکھائیں یہ سروں پر بلند بام آسمان ان کے نیچے بچھا ہوا فرش زمین زندہ رکھنے والا سامان معیشت فنا کرنے والی اجلیں بوڑھا کر

دینے والی بیماریاں اور پے در پے آنے والے حادثے اللہ سبحانہ نے اپنی مخلوق کو بغیر کسی اور فرستادہ پیغمبر یا آسمانی کتاب یا دلیل قطعی یا طریق روشن کے کبھی یوں ہی نہیں چھوڑا۔ ایسے رسول جنہیں تعداد کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت درماندہ و عاجز نہیں کرتی تھیں ان میں سے کوئی سابق تھا جس نے بعد میں آنے والے کا نام و نشان بتایا کوئی بعد میں آیا جیسے پہلے پہنچوا چکا تھا۔ اسی طرح مدتیں گزر گئی زمانے بیت گئے، باپ داداؤں کی جگہ پر ان کی اولاد بس گئی یہاں تک کہ اللہ نے عہد اور اتمام نبوت کے لیے محمد ﷺ کو مبعوث کیا:

بعث الله رسله بما ---والعقاب بواءً۔[30] ترجمہ: "اللہ سبحانہ نے اپنے رسولوں کو وحی کے امتیازات کے ساتھ بھیجا اور انہیں مخلوق پر اپنی حجت ٹھہرایا تاکہ وہ یہ عذر نہ کر سکیں کہ ان پر حجت تمام نہیں ہوئی، چنانچہ اللہ نے انہیں سچی زبانوں سے راہ حق کی دعوت دی، (یوں تو) اللہ مخلوقات کو اچھی طرح جانتا بوجھتا ہے اور لوگوں کے ان رازوں اور بھیدوں سے کہ جنہیں وہ چھپا کر رکھتے ہیں بے خبر نہیں (پھر یہ حکم و احکام اس لیے دیے ہیں) کہ وہ ان لوگوں کو آزما کے ظاہر کر دے کہ ان میں اعمال کے اعتبار سے کون اچھا ہے تاکہ ثواب ان کی جزا اور عقاب ان کی (بداعمالیوں) کی پاداش ہو۔

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا: إنَّ اللهَ بعث محمدا و ليس-- واطمانّت صِفَاتُهُمْ۔[31] ترجمہ: "اللہ نے محمد ﷺ کو اس وقت بھیجا تھا بھیجا کہ جب عربوں میں نہ کوئی کتاب آسمانی کا پڑھنے والا تھا نہ کوئی نبوت کا دعویدار تھا آپؐ نے ان لوگوں کو ان کے صحیح مقام پہ اتارا اور نجات کی منزل پہ پہنچا دیا یہاں تک کہ ان کے سارے خم جاتے رہے اور حالات محکم و استوار ہو گئے۔" اسی طرح آپ نے ایک اور مقام پر نبوّت کے میثاق کے بارے میں فرمایا: ماخوذا على النبيين ميثاقه، مشهورة سماته، كريما مِيلادُهُ۔[32] ترجمہ: "اللہ نے مجھ کو مبعوث فرمایا جن کے متعلق نبیوں سے عہد و پیمان لیا جا چکا تھا، جن کے علاماتِ ظہور مشہور، محل ولادت مبارک و مسعود تھا۔"

4۔ نہج البلاغہ اور معاد و آخرت

موت مخلوقات کے لیے ناقابل تردید حقیقت ہے اور انسان اس سے غافل ہے اس لیے ضرورت ہے کہ اس کی یاد دہانی ہونی چاہیے اور یہ بات کہ مرنے کے بعد انسان کی سرگذشت کیا ہو گی۔ اسلام نے ان تمام باتوں کا جواب دیا ہے۔ امام علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں بھی اپنے زمانے کے لوگوں کی جہالیت کو دور کرنے کے لیے موت و آخرت کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ قرآن فرماتا ہے: اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ (1:21) ترجمہ: "لوگوں کا حساب (اعمال کا وقت) نزدیک آ پہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے اس سے) منہ پھیر رہے ہے۔" قرآن کی پیروی میں امام علی علیہ السلام نے فرمایا: والشَّيْطَانُ مُوَكَّلٌ----مَا يَكُونُ عَنْهَا۔[33] ترجمہ: "اور شیطان اس پر چھایا ہوا ہے جو گناہوں کو سجا کر اس کے سامنے لاتا ہے کہ وہ اسے تقویت میں ڈالتا ہے یہاں تک کہ موت غفلت و بے خبری کی حالت میں اس پر اچانک ٹوٹ پڑتی ہے۔"

معاد و آخرت کے بارے میں آمادہ رہنے کے حوالے سے انتباہ فرماتے ہوئے امام علی علیہ السلام نے فرمایا: أَيُّهَا النَّاسُ،۔۔۔ يَعْلَمُ أَسْرَارَكُم۔[34] ترجمہ: "اے لوگو یہ دنیا گزرگاہ ہے اور آخرت جائے کردار ہے اس راہ گزر سے اپنی منزل کے لیے توشہ اٹھالو جس کے سامنے ہمارا کوئی بھی چھپا نہیں رہ سکتا اس کے سامنے اپنے پردے چاک نہ کرو کب تمہارے جسم دنیا سے الگ کر دیے جائیں۔" دراصل، امام علی علیہ السلام اس گفتگو میں دنیا و آخرت کا ہدف و مقصد کی یاد دہانی کر رہے ہیں دنیا سے دور و آخرت کی طرف رغبت کا درس دے رہیں دنیا ایک گزرگاہ ہے جو آخرت کی طرف لے جاتی ہے۔ آخرت کا سفر دو طریقے سے ہے۔

ایک تیاری یعنی مومن بندے شوق سے خدا سے ملاقات کی تمنا کرتے ہیں۔ اضطراری مجبور و ناچار اپنی جان خدا کو دیتے ہیں یہاں پر امام علی علیہ السلام کا مقصد اضطراری ہے: وَلَيْسَ فَنَاءُ الدُّنْيَا۔۔۔۔وَلاَ حِين وَلاَ زَمَان۔[35] ترجمہ: "اور یہ دنیا کو پیدا کرنے کے بعد نیست و نابود کرنا شروع کر دیتے ہیں شروع وجود میں لانے سے زیادہ تعجب خیز نہیں اور کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے جبکہ تمام حیوانوں پر انڈے ہوئے یا چوپائیں اور رات کو گھروں کی طرف پلٹ کر آنے والے ہوں۔ چراغاں میں چڑھنے والے ہوں جس نوکے بھی ہو یہ زیرک بہ ہوشیاء سب مل کر اگر ایک مچھر کو پیدا کرنا چاہیں تو وہ اس کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں گے اور نہ یہ جان سکیں گے کہ اس کے پیدا کرنے کی کیا صورت ہے اور اس جاننے کے سلسلے میں ان کے آکڑے اور حیران اور سر گردگان اور قوت عاجز و درماندہ ہو جائیں گے اور یہ جانتے وہ شکست ہوتا ہے اور یہ اقرار کرتے ہوئے کہ وہ اس کی اجازت سے تو درماندہ ہے اور یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ وہ اس کے کرنے سے بھی زیادہ عاجز و خستہ اور نامراد ہوکے پلٹائیں گے۔ بلاشبہ اللہ سبحانہ دنیاکے مٹامٹ مٹا جانے کے بعد ایک اکیلا ہو گا کوئی چیز اس کے ساتھ نہ ہو گی جس طرح کہ دنیا کی ایجاد و آفرینش سے پہلے تھا یوں ہی اس کے فنا ہو جانے کے بغیر وقت و امکان و ہنگام و زمان کے ہوگا۔"

5۔ نہج البلاغہ اور شرک و گناہ سے دوری کی ترغیب

قرآن شرک کے بارے میں فرماتا ہے: إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا (48:4) ترجمہ: "خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔" سورہ لقمان میں حضرت لقمانؑ نے جو اپنے بیٹے کو نصیحتیں کی ہیں ان میں پہلی نصیحت شرک سے دوری ہے: وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ وَمَن يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ (12:31) ترجمہ: "اور ہم نے لقمان کو دانائی بخشی۔ کہ خدا کا شکر کرو۔ اور جو شخص شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے شکر کرتا ہے۔ اور جو ناشکری کرتا ہے تو خدا بھی بے پرواور سزاوار حمد (وثنا) ہے"۔

شرک کے خطرے سے آگاہی ضروری ہے۔ اس وجہ سے امام علی علیہ السلام نے اپنے خطبے میں شرک کے بارے میں نصیحت و ہدایت کی ہے۔ شرک و ظلم شدید ترین گناہ قرار دیا ہے: "فاما الظلم الذی لا یغفر فالشرک بالله ۔۔۔[36] ترجمہ: "لیکن وہ ظلم جو بخشا نہیں جائے گا وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالی ارشاد ہے کہ خدا اس گناہ کو نہیں بخشا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔"

امام علی علیہ السلام نے شرک سے دُوری کی بہت زیادہ تاکید کی ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے جب ابن ملجم نے شمشیر کی ضربت لگائی اور امام علی علیہ السلام شدید زخمی تھے اس وقت بھی اپنے بچوں کو شرک سے پرہیز کی وصیت کرتے رہے: أَمَّا وَصِيَّتِي: فَاللهَ لاَ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً۔[37] ترجمہ: "تم لوگوں سے میری وصیت ہے کہ کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا۔"

6۔ نہج البلاغہ اور دعا و مناجات

خدا یہ اعتقاد و معرفت کے بعد انسان کے خواہش ہوتی ہے کہ اللہ اس کی باتیں سنتا ہے تو کیسے جواب دیتا ہے یا اس تمناؤں کو مشکلوں کو، آرزوں کو کیسے حل کرتا ہے یا مدد کرتا ہے۔ امام علی علیہ السلام نے اپنے خط میں اس کو واضح طور پر بیان کیا ہے: وَاعْلَمْ أَنَّ الَّذِي بِيَدِهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالأرْضِ قَدْ أَذِنَ لَكَ فِي الدُّعَاءِ، وَتَكَفَّلَ لَكَ بِالْأجَابَةِ، وَأَمَرَكَ أَنْ تَسْأَلَهُ لِيُعْطِيَكَ، وَتَسْتَرْحِمَهُ لِيَرْحَمَكَ۔[38] ترجمہ: "اے فرزند! اپنے اور دوسرے کے درمیان ہر معاملہ میں اپنی ذات کو میزان قرار دو، جو اپنے لیے پسند کرو، وہی دوسروں کے لیے پسند کرو اور جو اپنے لیے نہیں چاہتے اسے دوسروں کے لیے بھی نہ چاہو جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تم پہ زیادتی نہ ہو یوں ہی دوسروں پر بھی زیادتی نہ کرو۔"

نیز ایک اور نورانی فرمان میں ارشاد فرمایا: وَذِكْرِ مَا تَهجُمُ ۔۔۔أَهْلِ الدُّنْيَا إِلَيْهَا۔[39] ترجمہ: "اس نے تمہارے ہاتھ میں اپنے خزانوں کے کھولنے والی کنجیاں دے دیں اس طرح کے تمہیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا اس طرح جب تم چاہو دعا کے ذریعے اس کی نعمت کے دروازوں کو کھلوا لو اس کی رحمت کے جھالوں کو برسالو ہاں بعض اوقات قبولیت میں دیر ہو تو اس سے ناامید نہ ہو اس لیے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے اور اکثر قبولیت میں اس لیے دیر کی جاتی ہے کہ سائل کے اجر میں اور اضافہ ہو۔

7۔ حصہ چہارم: نہج البلاغہ اور پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد جہالت

امام علی علیہ السلام نے لوگوں کو آگاہ کرنا شروع کیا کہ معاشرہ زمانہ جاہلی کی طرف واپس جا رہا ہے۔ وہ تمام خصلیتں اور عادتیں جو قبل از اسلام تھیں واپس آ رہی ہیں۔ لوگ قرآن اور پیامبر کی نصیحتوں سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ زمانہ جہالت میں حسب نسب پر فخر و مباحات کیا جاتا تھا لڑکوں کی پیدائش کو طاقت کا منبع سمجھا جاتا تھا۔

وَمِنْهُمُ المُصْلِتُ لِسَيْفِهِ۔۔۔۔لَكَ عِنْدَاللهِ عِوَضاً![40] ترجمہ: "اور بعض لوگ وہ ہیں جو تلوار کھینچے ہوئے اپنے شرک کا اعلان کر رہے ہیں اور اپنے سوار و پیادہ کو جمع کر رہے ہیں۔ اپنے نفس کو مال دُنیا کے حصول اور اپنے لشکر کی قیادت یا منبر کی بلندی پر عروج کے لیے وقف کر دیا ہے اور اپنے دین کو برباد کر دیا ہے اور یہ بدترین تجارت ہے کہ تم دنیا کو اپنے نفس کی قیمت بنا دو یا اجر کو آخرت کا بدل قرار دے دو۔"

صَدَّقَهُ بِهِ أَبْنَاءُ الحمية و اخوان العصبيّة۔۔۔وَأَوْطَأُوكُمْ إِثْخَانَ الْجِرَاحَةِ۔[41] ترجمہ: "فرزندانِ رعونت، برادران عصبیّت اور شہسوارانِ غرورِ جاہلیت نے اس [ابلیس] کی بات کو سچ کر دکھایا؛ یہاں تک کہ جب تم میں سے سرکش اور منہ زور لوگ اس کے فرمانبردار ہو گئے اور تمہارے بارے میں اس کے ہوس و طمع قوی ہو گئی اور صورتحال پردہ خفا سے نکل کر کھلم کھلا سامنے آ گئی تو اس کا پورا پورا تسلط تم پر ہو گیا اور وہ اپنے لشکر و سپاہ کو لے کے تمہاری طرف بڑھ آیا اور انہوں نے تمہیں ذلت کے غاروں میں دھکیل دیا اور قتل و خون کے بھنوروں میں لا گرایا اور گھاؤ پر گھاؤ لگا کر تمہیں کچل دیا۔"

وَلَقَدْ أَصْبَحْنا فِي زَمَانٍ۔۔۔مَا لَهُمْ! قَاتَلَهُمُ اللهُ![42] ترجمہ: "مگر ہمارا زمانہ ایسا ہے جس میں اکثر لوگوں نے عذر و فریب کو عقل و فراست سمجھ لیا ہے اور جاہلوں نے ان کی (چالوں) کو حسن تدبیر سے منسوب کر دیا ہے اللہ انہیں غارت کرے۔"

وقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّهُ۔۔۔۔۔وقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّهُ۔[43] ترجمہ: "(اے لوگو) تمہیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مال غنیمت (نفاذ) احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو۔ کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا اور نہ کوئی جاہل کہ وہ انہیں اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کرے گا۔

حرفِ آخر

ہم عہدِ حاضر پر نگاہ ڈالتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ جہالت واپس آ گئی ہے۔ قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات کا احترام ختم ہو گیا ہے۔ نفس پرستی کا دور دورہ ہے۔ پوری دُنیا میں ایک خوف کا سایہ میں ہے اور سب پریشان ہیں۔ اگر آج ہم قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق زندگی گزاریں اور آپس میں بھائی چارے کو عام کریں اور ایک دوسرے میں عیب نکالنا بند کر دیں اور اپنے عیبوں پر نگاہ کریں تو دُنیا سے مشکلات کا سدِباب ہو جائے گا۔ اور عام انسان بھی امن و سلامتی کی زندگی گزار سکے گا۔ ان شاء اللہ!!

یا ربِ کریم! ہم جیسا چاہتے ہیں تُو ہمارا ویسا رب ہے۔ ہم کو ایسا بنا دے جیسا تُو چاہتا ہے۔ (آمین)

*****

References

1. Shawqi Zhaif, *Tarikh al-Arab al-Arbi-Al-Asar al-Jahli*, (Cairo, Dar al-Ma’arif, 1976), 39.

شوقی ضیف، تاریخ الارب العربي ۔العصر الجاھلی، (قاہرہ، دار المعارف، 1976م)، 39۔

2. Guldzihar, Vaiz Azar Noosh-Azar Tash, *Da'irat Al-Ma'arif Buzur-e-Islami*, Zher-e-Nazar: Kazim Mousavi Bijnodri, Vol. 17, Madkhal Jahlit, (Tehran, np, 1388 SH), 44-446.

گلدزیہر، وایز آذر نوش-آذر تاش، دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، زیر نظر کاظم موسوی بجنودری، ج17، مدخل جاہلیت، (تہران، ندارد، 1388)، 44-446۔

3. Ibid, 442-444.

ایضا، 442-444۔

4. Guldzihar, Vaiz Azar Noosh-Azar Tash, *Da'irat Al-Ma'arif Buzur-e-Islami*, 440-442.

گلدزیہر، وایز آذر نوش-آذر تاش، دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، 440-442۔

5. Shawqi Zhaif, *Tarikh al-Arab al-Arbi-Al-Asar al-Jahli*, 39.

شوقی ضیف، تاریخ الارب العربي ۔العصر الجاھلی، 39۔

6. Muhammad Baqer, Majlesi, *Behar Alanwar*, Vol. 1, (Beirut, Moassisah Alwafa, 1983), 159, Hadith # 25.

محمد باقر، مجلسی، بحار الانوار، ج1، (بیروت، مؤسسۃ الوفاء، 1983)، 159، رقم الحدیث: 25۔

7. Kalbi (Ibn Kalbi - Abu Munzhir Hisham bn Muhammad), *Al-Sanam*, Mutrajam: Syed Muhammad Raza Jalali Na'ini, (Tehran, Taban, 1364 SH), 42.

کلبی (ابن کلبی-ابو منذر ہشام بن محمد)، الاصنام، مترجم: سید محمد رضا جلالی نائینی، (تہران، تابان، 1364ھ ش)، 42۔

8 . Jawad Ali, *Tarikh al-Arab ka Qabal al-Islam*, Vol. 5 (Tehran, Antasharaat Ilmi wa Farangi, 1386 SH), 32.

جواد علی، تاریخ العرب کا قبل الاسلام، ج5 (تہران، انتشارات علمی و فرہنگی، 1386)، 32۔

9. Ibid, 131.

ایضا، 131۔

10. Mahdi Peshwai, *Tarikh Sadar Islam*, Az Jahiliyyahat ya Asar Peghambar Akram (SAW), (Tehran, Daftar Nashar Marif, 1385 SH), 35.

مہدی پیشوائی، تاریخ اسلام، از جاہلیت یا عصر پیغمبر اکرمؐ، (تہران، دفتر نشر معارف، 1385ھ، ش)، 35۔
11. Ibid, 38-39.

ایضاً، 38- 39۔
12. Shihab al-Deen, Ahmad ibn Abdul Wahhab, al-Nuwayri, *Nihayat al-Arab fi funun al-Adab*, Vol. 6, (Beirut, Dar al-Kutb, 2020), 67.

شہاب الدین، احمد بن عبد الوہاب، النویری، نہایۃ الارب فی فنون الادب ، ج6، (بیروت، دار الکتب، 2020)، 67۔
13. Jawad Ali, *Tarikh al-Arab ka Qabal al-Islam*, 291.

جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، 291۔
14. Jalal al-Deen al-Suyuti, *Al-Ittaqan fi 'Ulum al-Qur'an*, Tehqeeqi: Muhammad Abul-Fazal Ibrahim, (Beirut, Maktaba al-Asar, 1408 AH), 255.

جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، (بیروت، مکتب العصر، 1408ق)، 255۔
15. Mahdi Peshwai, *Tarikh Sadar Islam*, 36-38.

مہدی، پیشوائی، تاریخ اسلام از جاہلیت تا رحلت پیغمبر اکرم، 36، 38۔
16. Rasool Jafarian, *Tarikh Siasi Islam, Sirah Rasool-e-Khuda*(PBUH), Vol. 1 (Qom, Mossah Dar Raahi Haq, 1366 SH), , 38, 838.

رسول جعفریان، تاریخ سیاسی اسلام، سیرتِ رسول خداؐ ، ج1، (قم، موسسہ در راہِ حق، 1366ھ، ش)، 38 ، 838۔
17. Mosoat al-Quran wa al-Hadith: 294.

موسوعۃ القرآن والحدیث، حدیث: 294

https://islamicurdubooks.com/hadith/hadith-.php?bookid=10&hadith number=294.
18. Mahdi Peshwai, *Tarikh Sadar Islam*, 38-39.

پیشوائی، مہدی، تاریخ اسلام، 38- 39۔
19. Abi Dawood, *Sunan Abi Dawood*, Vol. 4, Chaap fi Al-Asbiyyah (Beirut, Dar al-Fikar, nd), Hadith #: 5121, P: 332.

ابی دواود، سنن ابی داود، ج4، باب فی العصبیۃ (بیروت، دار الفکر، سن ندارد)، حدیث: 5121، ص332۔
20. Imam Bukhari, *Sahih Bukhari*, Vol. 2, Hashiya al-Sundi, Kitab al-Mazalim, (Beirut, Al-Dar al-Marifah, nd), 210.

امام بخاری، صحیح بخاری ، ج2، حاشیہ السندی، کتاب المظالم، (بیروت، الدار المعرفہ، سن ندارد)، 210۔
21. Syed Razi, Nahj al-Balagha, Chicago USA, Bayat al-Illinois 60107, Baitul Ilm Academy, 2022), Word of wisdom #147, 69-868.

سید رضی، نہج البلاغۃ، (شکاگو، بیت العلم اکیڈمی، 2022)، حکمت نمبر 147؛ 69-868۔
22. Ibid; Word of wisdom #126, p. 861.

ایضا، حکمت: 126، ص: 861۔

23. Ibid, Sermon # 108, p. 434.

ایضاً، خطبہ نمبر 108، ص 434۔

24.Ibid, Sermon # 1, p. 91.

ایضاً، خطبہ 1، ص 91۔

25. Ibid, Sermon # 183, p. 489.

ایضاً، خطبہ 183 ، ص 489۔

26. Ibid Sermon # 183, pp. 490-491.

ایضاً، خطبہ 183، صص 490-491۔

27. Ibid; Word of wisdom #435, p.961.

ایضاً، حکمت 435 ، ص 961۔

28. Ibid, Sermon # 1, p. 96.

ایضاً، خطبہ 1، ص 96 ۔

29. Ibid, Sermon # 1, p. 96-97.

ایضاً، خطبہ 1، ص 96-97۔

30. Ibid, Sermon # 142, p. 409.

ایضاً، خطبہ 142، ص 409۔

31. Ibid, Sermon # 33, p. 199.

ایضاً، خطبہ 33، 171۔

32. Ibid, Sermon # 1, p. 97.

ایضاً، خطبہ 1، ص 97 ۔

33. Ibid, Sermon # 62, p. 236.

ایضاً، خطبہ 62، ص 236۔

34. Ibid, Sermon # 201, p. 593.

ایضاً، خطبہ 201، ص 593۔

35. Ibid, Sermon # 184, pp. 524-25.

ایضاً، خطبہ 184، صص 524-25۔

36. Ibid, Sermon # 174, p. 491.

ایضاً، خطبہ 174، ص 491۔

37. Ibid, Sermon # 147, p. 418.

ایضاً، خطبہ 147، ص 418۔

38. Ibid, Will# 31, p. 721.

ایضاً، وصیت 31، ص721۔

39. Ibid, Will# 31, p. 722.

ایضاً، وصیت 31، ص722۔

40. Ibid, Sermon # 32, p. 197.

ایضاً، خطبہ 32، ص197۔

41. Ibid, Sermon # 190, p. 543.

ایضاً، خطبہ 190، ص543۔

42. Ibid, Sermon # 41, p. 213.

ایضاً، خطبہ 41، ص213۔

43. Ibid, Sermon # 129, p. 390.

ایضاً، خطبہ 129 ، ص390۔